خطبہ جمعہ

تسبیح کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ہر نقص و عیب سے پاک قرار دینا۔

ہر چیز خدا کی تسبیح کرتی ہے۔ آنحضرتؐ نے کثرت سے تسبیح کرنے کی نصیحت فرمائی۔

اللہ تعالیٰ نہ صرف ہر برائی و کمزوری سے پاک ہے بلکہ وہ ہر صفت محمودہ سے متصف ہے

دشمنوں کے مقابلہ کے لئے اس سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں۔ ایک صبر کرنا اور دوسرے نمازوں کو سنوار کر ادا

خطبہ جمعہ ارشاد فرمودہ سیدنا امیرالمومنین حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز۔ فرمودہ ۲۶/اکتوبر ۲۰۰۱ء بمطابق ۲۶/اخاء ۱۳۸۰ ہجری شمسی بمقام مسجد فضل لندن (برطانیہ)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمداً عبده و رسوله۔

أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم۔ بسم الله الرحمٰن الرحيم ۔

الحمدلله رب العٰلمين ۔ الرحمٰن الرحيم ۔ مٰلك يوم الدين ۔ إياك نعبد و إياك نستعين ۔

اهدنا الصراط المستقيم ۔ صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين۔

آج کا خطبہ خداتعالیٰ کی صفت سبوحیت سے متعلق ہے۔ سبوحیت کے کیا معنی ہیں۔ لسان العرب سے پہلے میں اس کی تشریح پیش کرتا ہوں۔ مِنْ صِفَاتِ اللّٰهِ عَزَّ وَ جَلَّ السُّبُّوْحُ اَلْقُدُّوْسُ . قَالَ اَبُو اِسْحَاق اَلسُّبُّوْحُ الَّذِیْ یُنَزَّهُ عَنْ کُلِّ سُوْءٍ . وَالْقُدُّوْسُ: اَلْمُبَارَكُ . قَالَ ابْن سیدہ سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ مِنْ صِفَةِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ . لِأَنَّهٗ یُسَبَّحُ وَ یُقَدَّسُ ۔

اَلسُّبُّوْحُ اَلْقُدُّوْسُ اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ہے۔ ابواسحاق کہتے ہیں کہ السبوح وہ ذات ہے جو ہر ایک برائی سے منزہ ہے۔ اور القدوس کے معنی مبارک کے ہیں۔ ابن سیدہ کہتے ہیں کہ سبوح قدوس اللہ عزوجل کی صفات میں سے ہے کیونکہ اس کی تسبیح و تقدیس بیان کی جاتی ہے

مفردات راغب میں لکھا ہے اَلسُّبُّوْحُ اَلْقُدُّوْسُ اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ہے اور کلام عرب میں فُعُّولٌ کے وزن پر ان دو الفاظ کا کوئی اور استعمال نہیں۔ اَلسُّبُّوْحُ کا مطلب ہے اَلْقُدُّوْسُ۔ اَلسُّبُّوْحُ کا لفظ اَلسَّبْحُ سے نکلا ہے جس کا لفظی معنی ہے اَلْمَرُّ السَّرِیْعُ فِی الْمَآءِ اَوِ الْهَوَاءِ۔ یعنی کسی چیز کا پانی یا ہوا میں تیزی سے حرکت کرنا اور تسبیح کا مطلب ہے تَنْزِیْهُ اللّٰه تَعَالٰی۔ یعنی اللہ کو ہر عیب اور نقص سے پاک قرار دینا۔ یہ دراصل خداتعالیٰ کی عبادت میں پوری مستعدی سے مشغول ہونے کا مطلب رکھتا ہے۔ ﴿وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰکِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِیْحَهُمْ﴾ سے مراد یہ ہے کہ چیزیں زبان حال سے اللہ تعالیٰ کی کمال حکمت پر دلالت کرتی ہیں۔ زبان حال سے اس طرح کہ ہر چیز اپنی خِلقت میں عیب سے خالی ہے۔ کوئی ایک بھی چیز ایسی نہیں ہے جس کی تخلیق پر آپ کہہ سکیں کہ اس میں فلاں عیب پایا جاتا ہے۔ پس اس پہلو سے زبان حال سے وہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے جو ان کا خالق ہے۔ لیکن دوسرا معنی اسی آیت میں یہ بھی ہے ﴿وَلٰکِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِیْحَهُمْ﴾ جس کا مطلب یہ ہے کہ ہمیں وہ ذہنی طاقت نہیں ہے کہ ہم ان کی تسبیح کا مطلب سمجھ سکیں لیکن وہ چیزیں شعوری طور پر اور غیر شعوری طور پر اللہ تعالیٰ کی تسبیح ضرور بیان کرتی ہیں، اور وہ پرندے چرندے وغیرہ سب سمجھ رہے ہوتے ہیں کہ ہم نے اپنے رب کی کیا تسبیح کی ہے۔

المفردات میں لکھا ہے سَبَّحَ کا مطلب ہے اس نے سُبْحَانَ اللّٰه کہا، اس نے اللہ تعالیٰ کو ہر نقص سے پاک قرار دیا۔ پھر لسان العرب میں ہے سُبْحَانَ اللّٰهِ : مَعْنَاهُ تَنْزِیْهًا لِلّٰهِ مِنَ الصَّاحِبَةِ وَالْوَلَدِ۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ بیوی اور اولاد سے پاک ہے۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ :تَبَارَكَ وَ تَعَالٰی اَنْ یَّکُوْنَ لَهٗ مِثْلٌ اَوْ شَرِیْكٌ اَوْ نِدٌّ اَوْ ضِدٌّ ۔ سُبْحَانَ سے مراد ہے اللہ تعالیٰ اس بات سے بلند و برتر ہے کہ کوئی اس جیسا ہو یا اس کا کوئی شریک ہو یا کوئی مدّمقابل ہو۔

حضرت مسروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مسلم میں روایت ہے کہ مَیں نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے پوچھا کہ کیا محمد ﷺ نے اپنے ربّ کو دیکھا ہے؟ حضرت عائشہؓ نے جواب دیا: سُبْحَانَ اللّٰه! ۔ آپ کی اس بات سے تو میرے رونگٹے کھڑے ہوگئے ہیں۔ (مسلم کتاب الایمان)

یعنی خداتعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو بھی وہ آنکھ نہیں دی جو خداتعالیٰ کو ننگی آنکھ سے دیکھ سکے۔ پس اللہ تعالیٰ ہی ہے جو خود اپنے آپ کو ظاہر کرتا ہے اور کسی کی مجال نہیں کہ وہ خدا کو دیکھ سکے۔ پس اس پہلو سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے توبہ کی کہ کیسی بیہودہ بات کر رہے ہو، آنحضرت صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم نے اللہ کو دیکھا تو دل کی آنکھ سے دیکھا ہے کوئی ظاہری آنکھ ایسی نہیں ہے جس سے کوئی بھی شخص اللہ تعالیٰ کے وجود کو دیکھ سکے۔

آل عمران آیت ۴۲۔ ﴿قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّیْ اٰیَةً . قَالَ اٰیَتُكَ اَلَّا تُکَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَةَ اَیَّامٍ اِلَّا رَمْزًا وَّاذْکُرْ رَّبَّكَ کَثِیْرًا وَّ سَبِّحْ بِالْعَشِیِّ وَالْاِبْکَارِ﴾۔ اس نے کہا اے میرے ربّ! میرے لئے کوئی نشان مقرر کردے۔ اس نے کہا تیرا نشان یہ ہے کہ اشاروں کے سوا تُو تین دن لوگوں سے بات نہ کرے۔ اور اپنے ربّ کو بہت کثرت سے یاد کر اور تسبیح کر شام کو بھی اور صبح کو بھی۔

اس کے تعلق میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک حدیث ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جب تم جنت کے باغات میں سے گزرو تو (اُن میں) خوب کھاؤ پیئو۔ مَیں نے عرض کیا: یارسول اللہ! جنت کے باغات کیا ہیں؟۔ آپؐ نے فرمایا: ''مسجدیں''۔ تو یاد رکھیں یہ مسجدیں جنت کے باغات ہیں یہاں جتنی بھی تسبیح و تحمید کریں اتنا ہی آپ کو گویا جنت کے پھل ملیں گے۔ مَیں نے عرض کیا: چرنے سے کیا مراد ہے؟۔ فرمایا: سُبْحَانَ اللّٰه وَ الْحَمْدُلِلّٰهِ وَ لَااِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اللّٰهُ اَکْبَرُ۔ (ترمذی۔ کتاب الدعوات) کہ چرنا جو ہے، کیا کھاتے ہیں سُبْحَانَ اللّٰه پڑھو، اَلْحَمْدُلِلّٰهِ پڑھو لَااِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھو اور اَللّٰهُ اَکْبَر پڑھو۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ مجالس کا کفارہ یہ ہے کہ انسان یہ دعا پڑھے سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ، أَسْتَغْفِرُكَ وَأَ تُوْبُ اِلَیْكَ۔ اے میرے اللہ تُو پاک ہے اپنی تمام تعریفوں کے ساتھ۔ مَیں تجھ سے بخشش مانگتا ہوں اور تیری ہی طرف جھکتا ہوں۔ (مسند احمد بن حنبل، باقی مسند المکثرین)۔ یہاں مجالس کا کفارہ بیان فرمایا ہے مجلسوں میں انسان کئی قسم کی بیہودہ باتیں بھی کرتا ہے، لغو اور فضول بھی بکتا ہے تو اس قسم کی جو غلطیاں مجالس میں اکثر ہو ہی جاتی ہیں اس کا کفارہ یہ ہے کہ انسان پھر اللہ تعالیٰ کو مخاطب کر کے عرض کرے سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ اے اللہ تو ہی ہے جو برائی سے پاک ہے ہم تو عاجز بندے ہیں اور برائیوں میں ملوث بھی ہیں اور تُو صرف برائیوں سے پاک نہیں وَبِحَمْدِكَ ایسا پاک ہے کہ حمد کی وجہ سے صرف برائی سے پاک نہیں بلکہ ایک مثبت صفت بھی اپنی ذات میں رکھتا ہے۔ سَبَّحَ معنے بالکل پاک، حمد جس میں خداتعالیٰ کی صفات حمد بھی ہوں۔ پھر ہے أَسْتَغْفِرُكَ وَأَ تُوْبُ اِلَیْكَ مَیں تجھ سے ہی مغفرت چاہتا ہوں اور تیری ہی طرف جھکتا ہوں۔

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کُنَّا اِذَا صَعِدْنَا کَبَّرْنَا وَاِذَا نَزَلْنَا سَبَّحْنَا کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم جب کسی بلندی پر چڑھتے تھے تو اللہ اکبر کہتے تھے اور ہم جب نیچے کی طرف اترتے تھے تو سبحان اللہ کہتے تھے۔ (صحیح بخاری کتاب الجہاد ۔ باب التسبیح اذا هبط وادیا)۔ اس میں حکمت یہ ہے کہ انسان جب بلندی کی طرف چڑھتا ہے تو اپنی بڑائی کی طرف خیال جاتا ہے کہ ہم کتنے بڑے ہوگئے ہیں۔ تو اس وقت اَللّٰهُ

اکْبَر کہنا چاہئے کہ سب سے بلند اور بڑی ذات تو اللہ کی ہے انسان کی تو کوئی حیثیت نہیں۔ تھوڑی سے بلندی پر جا کر اتنا فخر جب کہ کائنات کی بلندیاں تو لامتناہی ہیں۔ پھر جب نیچے اترتے تھے تو تسبیح کرتے تھے یعنی خدا تعالیٰ ہر بُرائی سے پاک ہے۔ نیچے اترتے وقت انسان کے دماغ میں آتا ہے کہ اب میں نیچے تنزّل کی طرف جارہا ہوں اس وقت یہ دعا کرنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ ہر قسم کے تنزّل سے پاک ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ''﴿قَالَ اٰيَتُكَ اَنْ لَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ اِلَّا رَمْزًا﴾ حضرت زکریا کو اللہ تعالیٰ نے مخاطب کر کے فرمایا تھا کہ تُو تین دن اشاروں کے سوا کسی سے بات نہ کرے گا''۔ اس کا مطلب حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ لکھتے ہیں ''ہم تیرے لئے وہ بات پیدا کر دیں گے یعنی تجھے وہ طاقت نصیب کریں گے جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ تجھے بیٹا عطا فرمائے گا۔ یہ معنے نہیں کہ آپ تین دن کے لئے گونگے ہوگئے۔ اگر یہ بات تھی تو پھر ﴿وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيْرًا وَّ سَبِّحْ﴾ کے کیا معنے ہوئے''۔ اگر گونگے ہوگئے تھے تو اللہ تعالیٰ کا، اپنے رب کا، ذکر بلند کرنا یہ کیسے ممکن تھا۔ فرماتے ہیں: ''مَیں نے اس نسخہ کو بے اولادوں کے لئے بہت آزمایا اور اکثر مفید پایا ہے۔ ایسے لوگوں کو مَیں نے کہا ہے کہ کم بولنے کی عادت ڈالو اور تسبیح اور ذکر میں مشغول رہو''۔

(حقائق الفرقان جلد نمبر ۱ صفحہ ۴۶۸)

سورۃ الرعد کی آیت ہے ﴿وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَيُصِيْبُ بِهَا مَنْ يَّشَآءُ وَهُمْ يُجَادِلُوْنَ فِي اللّٰهِ . وَهُوَ شَدِيْدُ الْمِحَالِ﴾ (سورۃ الرعد:۱۴)۔ اور بجلی کی گھن گرج اس کی حمد کے ساتھ (اس کی) تسبیح کرتی ہے۔ اب یہاں بھی بجلی کی گھن گرج تسبیح کرتی ہے مگر حمد کے ساتھ۔ یہاں حمد سے کیا مراد ہے اس لئے کہ جب بجلی چمکتی ہے تو سب سے پہلے تو وہ پاک کرنے والی ہے چیزوں کو۔ وہ بیہودہ جراثیم، ہر قسم کے گند کو جلا دیتی ہے۔ پھر حمد اس میں یہ ہے کہ اسی بجلی کے ذریعہ سے سمندر کا پانی نتھر کے آسمان پہ بلند ہوتا ہے اور پھر وہ صاف ستھری بارش بن کے برستا ہے۔ تو یہ صرف تسبیح ہی نہیں بلکہ ساتھ حمد بھی ہے۔

تو فرماتا ہے فرشتے بھی اس کے خوف سے تسبیح کر رہے ہوتے ہیں۔ اب فرشتے خدا تعالیٰ کے خوف سے تسبیح کیوں کرتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ فرشتوں کو تو ان معنوں میں خوف نہیں ہے کہ گویا ان پر کوئی بلا نازل ہوگی۔ وہ بندوں کی خاطر خوف کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے بندوں کے لئے ان کے دل میں خوف پیدا ہوتا ہے کہ اس بجلی کے بداثرات ان کے اوپر نہ مترتب ہوں۔ جبکہ وہ اللہ کے بارہ میں جھگڑ رہے ہوتے ہیں اس وقت اللہ تعالیٰ یہ بجلیاں برسا رہا ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی ذات کا ثبوت ان بجلیوں میں بادل کی کڑکوں میں اس کی تسبیح و حمد میں ہے لیکن وہ لوگ سمجھتے نہیں۔

سورۃ الحجر کی ننانوے آیت۔ پس اپنے ربّ کی حمد کے ساتھ تسبیح کر اور سجدہ کرنے والوں میں سے ہو جا۔ اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کر۔ تو ہر جگہ صرف تسبیح نہیں بلکہ حمد بھی ساتھ بیان فرمائی گئی ہے۔ یہ خالی تسبیح اکیلے کرنا سے مراد یہ ہے کہ ہم اللہ کو برائیوں سے پاک سمجھتے ہیں۔ اور ہم خود بھی برائیوں سے پاک ہونا چاہتے ہیں۔ اور وہ محض برائیوں سے پاک نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ حمد سے مملوّ ہے۔ اس لئے ہم بھی اللہ تعالیٰ کی حمد کے ساتھ اپنے نفس کو پاک اور صاف اور حمد سے بھرا ہوا بنانا چاہتے ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے اس میں یہ نکتہ پیش کیا ہے ''فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ دشمنوں سے بچنے کا طریق بتایا''۔ (تشحیذالاذہان جلد نمبر۸ نمبر ۹ صفحہ ۴۶۲)۔ ''فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ: بعض لوگوں نے سجدوں میں عجیب عجیب طرح کی دعائیں قرآن شریف کی مختلف آیات سے لے کر پڑھنی شروع کر دی ہیں حالانکہ سجدوں میں قرآنی دعاؤں کے پڑھنے کی ممانعت ہے۔ وہ دیکھیں کہ یہاں جو صاف حکم ہے اس کی تعمیل نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے کس طرح فرمائی۔ رکوع و سجود میں پڑھا جاتا ہے۔ سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ۔ حضرت مجدد الف ثانی نے اس کے متعلق کہ رات کو سبحان اللہ، الحمد للہ، اللہ اکبر پڑھ کر سوئے ایک نکتہ لکھا ہے وہ یہ کہ جیسا کہ کسی کو تحفہ وہدیہ دیں ویسا ہی انعام ملتا ہے۔ جناب الٰہی میں جو تسبیح و تحمید کا تحفہ پیش کیا جاتا ہے خدا تعالیٰ اس کے بدلہ میں اس شخص کو جس نے ہدیہ پیش کیا گناہوں سے پاک کر دے گا اور پسندیدہ افعال سے محمود بنائے گا۔ (حقائق الفرقان جلد ۲ صفحہ ۴۷۱)

سورۃ بنی اسرائیل کی آیت ۴۴-۴۵، ﴿سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا كَبِيْرًا. تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ. وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ. اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا﴾ (بنی اسرائیل :۴۴-۴۵)۔ پاک ہے وہ اور بہت بلند ہے ان باتوں سے جو وہ کہتے ہیں۔ اُسی کی تسبیح کر رہے ہیں سات آسمان اور زمین اور جو بھی ان میں ہے۔ اور کوئی چیز نہیں مگر وہ اُس کی حمد کے ساتھ تسبیح کر رہی ہے۔ ہر چیز صرف تسبیح اس طرح نہیں کرتی کہ وہ ہر چیز میں اللہ تعالیٰ کو ہر برائی سے پاک دیکھتی ہے بلکہ ہر برائی سے پاک دیکھنے کے علاوہ اللہ تعالیٰ کی ذات میں ہر صفت محمودہ کو موجود پاتی ہے۔ آخر پہ ہے وہ یقیناً بہت بُردبار (اور) بہت بخشنے والا ہے۔ بردبار تو اس پہلو سے ہے کہ وہ لوگوں کو برائیوں میں ملوث دیکھتا ہے اور حلم سے کام لیتا ہے ورنہ ہر برائی پہ اگر پکڑ لے تو کوئی مخلوقات میں سے باقی نہ رہے اور بخشنے والا یہ ہے کہ اس کے علاوہ جو اس سے غلطیاں سرزد ہو جاتی ہیں وہ ان پر ان کی بخشش بھی فرماتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام لکھتے ہیں:

''ساتوں آسمان اور زمین اور جو کچھ ان میں ہے خدا کی تقدیس کرتے ہیں اور کوئی چیز نہیں جو اُس کی تقدیس نہیں کرتی۔ پر تم اُن کی تقدیسوں کو سمجھتے نہیں۔ یعنی زمین آسمان پر نظر غور کرنے سے خدا کا کامل اور مقدس ہونا اور بیٹوں اور شریکوں سے پاک ہونا ثابت ہو رہا ہے۔ مگر ان کے لئے جو سمجھ رکھتے ہیں۔ (براہین احمدیہ ہر چہار حصص۔ روحانی خزائن جلد ۱ صفحہ ۵۲۰ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''انجیل میں ہے کہ تم اس طرح دعا کرو کہ اے ہمارے باپ کہ جو آسمان پر ہے۔ تیرے نام کی تقدیس ہو۔ تیری بادشاہت آوے۔ تیری مرضی جیسی آسمان پر ہے زمین پر آوے۔ ہماری روزانہ روٹی آج ہمیں بخش اور جس طرح ہم اپنے قرضداروں کو بخشتے ہیں تو اپنے قرض کو ہمیں بخش اور ہمیں آزمائش میں نہ ڈال بلکہ برائی سے بچا کیونکہ بادشاہت اور قدرت اور جلال ہمیشہ تیرے ہی ہیں۔ مگر قرآن کہتا ہے کہ یہ نہیں کہ زمین تقدیس سے خالی ہے''۔ جیسا کہ حضرت عیسیٰ نے عرض کیا کہ زمین کو بھی تقدیس بخش۔ فرمایا: ''یہ نہیں کہ زمین تقدیس سے خالی ہے بلکہ زمین پر بھی خدا کی تقدیس ہو رہی ہے نہ صرف آسمان پر جیسا کہ وہ فرماتا ہے: ﴿وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ﴾''۔

(کشتیٔ نوح، روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۳۲)

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اسی آیت ﴿اِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ﴾ کے متعلق فرماتے ہیں:

''یعنی ہر یک چیز اس کی پاکی اور اس کے محامد بیان کر رہی ہے۔ اگر خدا ان چیزوں کا خالق نہیں تھا تو ان چیزوں میں خدا کی طرف کشش کیوں پائی جاتی ہے۔ ایک غور کرنے والا انسان ضرور اس بات کو قبول کر لے گا کہ کسی مخفی تعلق کی وجہ سے یہ کشش ہے''۔

(رسالہ معیار المذاہب مشمولہ نورالقرآن نمبر ۲ صفحہ ۲۱)

اب دنیا بھر میں کتنے مذاہب ہیں سب میں اللہ کا ذکر اور اللہ کی تسبیح ہے خواہ بت بھی لوگ پوجتے ہوں پوچھو تو کہتے یہی ہیں کہ ہم اللہ کے قریب ہونے کے لئے ان کا سہارا ڈھونڈتے ہیں۔ یہ قربت الٰہی کا آخری مقصد ہے جو ہر دل میں پایا جاتا ہے اور مشرک بھی اس سے خالی نہیں ہیں۔ پس یہ غور طلب معاملہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے ہر دل میں اپنی طرف کشش کیوں پیدا کر دی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اسی آیت کے متعلق فرماتے ہیں:

''کُل اشیاء خدا تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہیں۔ تسبیح کے معنے یہی ہیں کہ جو خدا ان کو حکم کرتا ہے اور جس طرح اُس کا منشا ہوتا ہے وہ اسی طرح کرتے ہیں''۔ اب تسبیح کا یہاں ایک یہ نیا معنی پیدا ہو گیا۔ آپ نے فرمایا کہ ''جو خدا ان کو حکم کرتا ہے اور جس طرح اُس کا منشا ہوتا ہے وہ اسی طرح کرتے ہیں''۔ جیسا کہ فرشتوں نے کہا ﴿وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ﴾ ہم تیری تسبیح کرتے ہیں تیری حمد کے ساتھ۔ تو فرشتے تو وہی کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کا حکم ان کو عطا ہوتا ہے۔ اسی طرح سچی تسبیح کرنے والا

وہی ہے جو اللہ کے ہر حکم اور ارادے کے منشا کے مطابق اپنے آپ کو ڈھال لیتا ہے۔ ”اتفاقی طور سے دنیا میں کوئی چیز نہیں۔ اگر خدا تعالیٰ کا ذرّہ ذرّہ پر تصرّف تام اور اقتدار نہ ہو تو وہ خدا ہی کیا ہوا اور دعا کی قبولیت کی اس سے کیا امید ہو سکتی ہے اور حقیقت یہی ہے کہ وہ ہوا کو جدھر چاہے اور جب چاہے چلا سکتا ہے اور جب ارادہ کرے بند کر سکتا ہے۔ اُسی کے ہاتھ میں پانی اور پانیوں کے سمندر ہیں جب چاہے جوش زن کر دے اور جب چاہے ساکن کر دے۔ وہ ذرّہ ذرّہ پر قادر اور مقتدر خدا ہے، اس کے تصرّف سے کوئی چیز باہر نہیں۔“

(الحکم۔ جلد ۷۔ نمبر ۱۴۔ بتاریخ ۱۷/اپریل ۱۹۰۳ء۔ صفحہ ۶-۷)

اب سورۃ طٰہٰ کی ۱۳۱ویں آیت: ﴿فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا. وَمِنْ اٰنَآئِ الَّيْلِ فَسَبِّحْ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضٰى﴾۔ اس ایک آیت میں سورۃ طٰہٰ کی ۱۳۱ویں آیت میں تمام نمازوں کا ذکر ہے۔ فجر کی نماز سے لے کر ظہر، پھر عصر کا پھر مغرب کا پھر عشاء کا پھر تہجد کی نماز کا۔ تو مفسرین نے اس ایک آیت سے یہی استنباط کیا ہے کہ ہر نماز کا ذکر اس ایک آیت میں موجود ہے۔ ترجمہ اس کا یہ ہے ”پس جو وہ کہتے ہیں اس پر صبر کر اور اپنے ربّ کی حمد کے ساتھ تسبیح کر۔ سورج نکلنے سے پہلے اور اس کے غروب سے پہلے نیز رات کی گھڑیوں میں بھی تسبیح کر اور دن کے کناروں میں بھی تاکہ تو راضی ہو جائے“۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کی تشریح میں فرماتے ہیں: ”﴿سَبِّحْ﴾ نماز پڑھو ﴿اٰنَآئِ الَّيْلِ﴾ مغرب، عشاء، تہجد“ ”﴿اَطْرَافَ النَّهَارِ﴾ “یعنی مغرب عشاء اور تہجد رات کے اور دن کے کناروں پر واقع ہو گی۔ ”دن کے ڈھلنے سے پہلے اشراق اور ضحیٰ اور بعدہٗ ظہر، ﴿اِصْبِرْ﴾ دشمنوں کی ہلاکت کے لئے اس سے بڑھ کر کوئی نسخہ نہیں۔ ایک صبر کرنا، دوم نمازیں سنوار کر پڑھنا۔ ہم نے بہت تجربہ کیا ہے ﴿لَعَلَّكَ تَرْضٰى﴾ ان نمازوں سے کچھ ایسی بات ملے گی کہ تم خوش ہو جاؤ گے“۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان ۹/جون ۱۹۱۰ء)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں: ”آؤ نمازیں پڑھیں اور قیامت کا نمونہ دیکھیں“۔ پس اس سے مراد یہی ہے کہ دشمن جو تم پر قیامت توڑ رہا ہے اگر تم نمازوں کی پابندی کرو اور نمازوں میں گریہ وزاری سیکھ لو تو وہ قیامت دشمنوں پر ٹوٹ پڑے گی۔

پھر حضرت ذوالنون کے متعلق یہ آیت ہے سورۃ الانبیاء: ۸۸: ﴿وَذَاالنُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادٰى فِى الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّىْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ﴾ اور مچھلی والے (کا بھی ذکر کر) جب وہ غصے سے بھرا ہوا چلا اور اُس نے گمان کیا کہ ہم اُس پر گرفت نہیں کریں گے۔ پس اندھیروں میں گھرے ہوئے اُس نے پکارا کہ کوئی معبود نہیں تیرے سوا۔ تُو پاک ہے۔ یقیناً میں ہی ظالموں میں سے تھا۔

اب اس میں یہ گمان کیوں کیا کہ خدا اس کی گرفت نہیں کرے گا۔ اس خیال سے کہ انہوں نے جو بھی فعل کیا تھا وہ اپنی دانست میں اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق کیا تھا اس لئے وہ اپنے وطن میں دوبارہ واپس نہیں گئے کہ ان کو یہ خیال پیدا ہوا کہ مَیں نے تو ان پر عذاب کی پیشگوئی کی ہے اور جب مجھے دیکھیں گے تو تمسخر اڑائیں گے اور کہیں گے دیکھ لو اپنا عذاب جو کہہ رہے تھے۔ ان کو پتہ نہیں تھا کہ پیچھے کیا واقعہ گزر چکا ہے۔ وہ لوگ جو حضرت ذوالنون کے تابع تھے جن کی طرف آپ مبعوث ہوئے تھے ان کے متعلق یہ وضاحت آتی ہے کہ جب انہوں نے دیکھا کہ عذاب سر پر آ گیا ہے تو سب اپنے جانوروں کو اپنے بچوں کو لے کر اس حالت میں باہر جنگل میں نکلے کہ بچوں کو دودھ نہیں پلایا گیا تھا اور جانوروں کے بچوں کو دودھ نہیں پلایا گیا تھا۔ اور اس تکلیف کی وجہ سے وہ بے انتہا چیخ و چہاڑ مچا رہے تھے اور اتنا دردناک آہ و بکا کا منظر تھا کہ ساری قوم کی درد سے چیخیں نکل گئیں۔ اور اس وقت انہوں نے خدا سے دعا مانگی تو حضرت یونس بے چاروں کو کیا پتہ تھا کہ پیچھے کیا حال ہوا ہے۔ پس اس پہلو سے حضرت یونس واپس گئے اور دل میں یہ خیال کر رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ مجھے نہیں پکڑے گا وہ بخشش کرنے والا ہے۔ اور واقعۃً پیچھے سے بخشش ہی کا سلوک ہو رہا تھا تو اس وقت پھر جب وہ مچھلی کے اندھیروں میں گئے، گلے میں اٹک گئے تھے اس وقت اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ دعا اپنے فضل سے سکھائی ﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّىْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ﴾۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ ﴿سُبْحٰنَكَ﴾ تو پاک ہے ﴿اِنِّىْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ﴾ مَیں ظالموں میں سے تھا۔

اس دعا کے متعلق جامع ترمذی میں یہ حدیث ہے حضرت سعدؓ بن ابی وقاص بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ ذوالنون حضرت یونسؑ کی دُعا جو اُنہوں نے مچھلی کے پیٹ میں کی وہ ایک ایسی دُعا ہے کہ کبھی کسی نے یہ دعا نہیں کی مگر ضرور مقبول ہوئی۔ وہ دعا یہ ہے: ﴿لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّىْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ﴾۔ اے اللہ! تیرے سوا کوئی معبود نہیں تُو پاک ہے۔ مَیں اپنی جان پر ظلم کرنے والوں میں سے ہوں۔ (جامع ترمذی)

سورۃ المومنون کی ۹۲ آیت ﴿مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ وَّمَا كَانَ مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ اِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍ بِمَا خَلَقَ وَلَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ. سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ﴾۔ کہ اللہ نے کوئی بیٹا نہیں اپنایا ﴿وَمَا كَانَ مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ﴾۔ اور اس کے ساتھ اس کا کوئی شریک، معبود نہیں۔ اگر ایسا ہوتا کہ خدا کے سوا کوئی اور معبود اس کی خدائی میں شریک ہوتے ﴿اِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍ بِمَا خَلَقَ﴾ تو ہر خالق نے جو خدا کے سوا ہوتا اس نے بھی تو کوئی تخلیق کی ہوئی ہوتی۔ اگر تخلیق سے عاری تھا تو وہ خالق کیسے بن گیا۔ پس اگر وہ خالق تھا اور اس نے تخلیق کی تھی تو اپنی اپنی تخلیق لے کر وہ سب خدا بھاگ جاتے۔ یعنی مصنوعی خدا جن کو تم مانتے ہو اگر وہ واقعۃً خالق ہوتے تو اپنی تخلیق پر قبضہ کرتے۔ تم اپنی چیزیں جو خود بناتے ہو ان پر قبضہ کرتے ہو۔ وہی تمہاری مالکیت کا ثبوت ہیں کہ تم ان کے مالک ہو تو وہ کیوں اپنی ملکیت کو اللہ کے سپرد کرتے وہ یقیناً ان چیزوں کو لے کر الگ ہو جاتے اور اس طرح ﴿لَفَسَدَتَا﴾ زمین و آسمان فساد سے بھر جاتے۔ اور پھر وہ ایک دوسرے پر چڑھائی کرتے۔ وہ مصنوعی خدا جو اگر خدا کے سوا کوئی اور ہوتا تو وہ اس خدائی پر چڑھائی کرتے، ساری کائنات میں تم فساد ہی فساد دیکھتے اور کہیں وہ امن نظر نہ آتا جو اس وقت کائنات پر غور کرنے سے نظر آتا ہے۔ ایک ہی خدا کا ثبوت ملتا ہے ساری کائنات سے اور کسی کا قانون نہیں چلتا ﴿سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ﴾ پاک ہے اللہ اس سے جو وہ صفات بیان کرتے ہیں، اس کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:-

”بعض لوگ کہتے ہیں کہ خدا بیٹا رکھتا ہے حالانکہ بیٹے کا محتاج ہونا ایک نقصان ہے اور خدا ہر ایک نقصان سے پاک ہے۔ وہ تو غنی اور بے نیاز ہے، جس کو کسی کی حاجت نہیں۔ جو کچھ آسمان و زمین میں ہے، سب اُسی کا ہے۔ کیا تم خدا پر ایسا بہتان لگاتے ہو جس کی تائید میں تمہارے پاس کسی نوع کا علم نہیں۔“ (براہین احمدیہ۔ حصہ چہارم۔ صفحہ ۴۴۴۔ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳۔ طبع اوّل)

پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

”خدا اپنی ذات میں کامل ہے۔ اس کو کچھ حاجت نہیں کہ بیٹا بناوے۔ کونسی کسر اُس کی ذات میں رہ گئی تھی جو بیٹے کے وجود سے پوری ہو گئی۔ اور اگر کوئی کسر نہیں تھی تو پھر کیا بیٹا بنانے میں خدا ایک فضول حرکت کرتا جس کی اس کو کچھ ضرورت نہ تھی۔ وہ تو ہر یک عبث کام اور ہر یک حالت ناتمام سے پاک ہے۔ جب کسی بات کو کہتا ہے: ہو۔ تو ہو جاتی ہے۔“

(براہین احمدیہ۔ حصّہ چہارم۔ صفحہ ۴۳۸۔ بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳)

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ”سُبْحٰنَهٗ وَ تَعٰلٰى عَمَّا يَصِفُوْن کے متعلق فرماتے ہیں:- خدا تعالیٰ ان عیبوں سے پاک و برتر ہے جو وہ لوگ اس کی ذات پر لگاتے ہیں۔“

(براہین احمدیہ۔ صفحہ ۵۰۹۔ حاشیہ در حاشیہ۔ نمبر ۳)

”اور مشرک لوگ ایسے نادان ہیں کہ جنّات کو خدا کا شریک ٹھہرا رکھا ہے اور اُس کے لئے بغیر کسی علم اور اطلاع حقیقتِ حال کے بیٹے اور بیٹیاں تراش رکھی ہیں۔“

(براہین احمدیہ۔ حصہ چہارم۔ صفحہ ۴۳۷۔۴۳۸۔ حاشیہ در حاشیہ۔ نمبر ۳)

یہ بیٹے اور بیٹیاں تراش رکھی ہیں بہت فصیح و بلیغ کلام ہے۔ ایک تو مراد یہ ہے کہ مصنوعی طور پر جو چیز بنائے رکھے حقیقت میں نہ ہو اس کو تراشنا کہتے ہیں۔ کوئی گپ تراشتا ہے، کوئی فرضی بات تراشتا ہے اور دوسرے انہوں نے بت اور بتیاں اپنی تراشی ہوئی ہوتی ہیں۔ تو ظاہراً بھی وہ تراشے جاتے اور تراشی جاتی ہیں اور حقیقت حال کے طور پر بھی۔ یعنی ان کا کوئی وجود نہیں، محض ذہنی تراش خراش ہے۔

سورۃ النور کی ایک آیت ہے ﴿فِىْ بُيُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ يُسَبِّحُ لَهٗ فِيْهَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ. رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ. يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ﴾ (النور: ۳۷-۳۸)

ایسے گھروں میں جن کے متعلق اللہ نے اِذن دیا ہے کہ انہیں بلند کیا جائے اور ان میں اس کے

نام کا ذکر کیا جائے۔ ان میں صبح و شام اس کی تسبیح کرتے ہیں۔

یہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے علاوہ صحابہ کی بھی صفات بیان ہو رہی ہیں۔ فرمایا ہے وہ بلند ہیں اس لئے کہ اپنے گھروں میں ذکر الٰہی بلند کرتے ہیں۔ اور جب ذکر الٰہی بلند ہوتا ہے تو اس کے ساتھ ان کا نام بھی بلند ہو رہا ہوتا ہے اور صبح و شام اس کی وہ تسبیح کرتے ہیں۔ ایسے عظیم مرد جنہیں نہ کوئی تجارت اور نہ کوئی خرید و فروخت اللہ کے ذکر سے یا نماز کے قیام سے یا زکوٰۃ کی ادائیگی سے غافل کرتی ہے۔ وہ اس دن سے ڈرتے ہیں جس میں دل خوف سے اُلٹ پلٹ ہو رہے ہونگے اور آنکھیں بھی۔

اب اس آیت سے واضح طور پر بعض مفسرین کی وہ غلطی واضح ہوتی ہے جس میں بیان کرتے ہیں کہ تجارت کے قافلے آتے تھے تو نعوذ باللہ من ذلک سارے صحابہ رسول اللہ ﷺ کو اکیلا چھوڑ دیتے تھے اور خود تجارت کے قافلوں کی طرف بھاگ جاتے تھے۔ یہ ترجمہ کرنا اس جگہ بے محل اور غلط ہے۔ کیونکہ یہ ناممکن ہے کہ آنحضرت ﷺ کو وہ صحابہ جنہوں نے جنگ کی انتہائی سختیوں میں بھی نہ چھوڑا وہ معمولی تجارت کی غرض سے ان کو چھوڑ دیں گے اور دیکھئے اس آیت میں کیسے واضح فرمایا ہے "وہ عظیم مرد جنہیں نہ کوئی تجارت اور نہ کوئی خرید و فروخت اللہ کے ذکر سے یا نماز کے قیام سے یا زکوٰۃ کی ادائیگی سے غافل کرتی ہے"۔

ترمذی کتاب الدعوات میں داؤد بن علیؒ جو کہ عبداللہ بن عباسؓ کے بیٹے ہیں اپنے والد کے واسطہ سے اپنے دادا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک لمبی حدیث بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ایک رات جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو یہ دعا کرتے ہوئے سنا۔ آپؐ فرما رہے تھے: پاک ہے وہ ذات جس نے بزرگی کا لبادہ اوڑھا اور اس کے ساتھ معزز قرار پایا۔ پاک ہے وہ ذات کہ جس کے علاوہ کوئی اور ذات تسبیح کے لائق نہیں۔ فضل اور نعمت والی ذات پاک ہے بزرگی والی اور معزز ذات پاک ہے۔ پاک ہے وہ ذات جو بڑے جلال و اکرام والی ہوتی ہے۔

(ترمذی کتاب الدعوات باب ما جاء ما یقول اذا قام من اللیل الی الصلوٰۃ)

اب یہاں یہ محاورے ہیں "بزرگی کا لبادہ اوڑھا" اللہ تعالیٰ تو جسمانی نہیں، روحانی وجود ہے اور ہر قسم کے لبادہ سے پاک ہے مگر اس کی شان کو دکھانے کی خاطر جس طرح ایک بزرگ عظیم الشان لبادہ پہنے کھڑا ہوتا ہے تمثیلی طور پر اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور تقدیس کی جا رہی ہے۔

ایک حدیث ہے ترمذی کتاب الدعوات میں حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی۔ کہتے ہیں کہ ایک رات آنحضرت ﷺ کے پہلو میں کھڑے ہو کر نماز پڑھی۔ دوران تلاوت جب عذاب کی آیت پڑھتے تو رک جاتے اور اس سے اللہ کی پناہ مانگتے۔ اور جب کسی رحمت کی آیت پر پہنچتے تو رُک رُک کر دعا کرتے اور رکوع میں آپ سُبْحٰنَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ اور سجدے میں سُبْحٰنَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی پڑھتے۔

سنن النسائی میں عبدالرحمٰن بن غنم روایت کرتے ہیں کہ ابو مالک اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "عمدہ طور پر وضو کرنا ایمان کا حصہ ہے۔ اور الحمد للہ میزان کو بھر دے گی اور تسبیح و تکبیر زمین و آسمان کو بھر دیں گے۔ اور نماز نور ہے اور زکوٰۃ بُرہان ہے اور صبر کرنا روشنی ہے اور قرآن تیرے حق میں یا تیرے خلاف حُجّت ہے"۔ (سنن نسائی کتاب الزکوٰۃ)

"نماز نور ہے اور زکوٰۃ بُرہان ہے"۔ نماز تو نور ہے اور نور عطا کرتی ہے۔ زکوٰۃ بُرہان کیسے ہو گئی۔ جب انسان کو اللہ تعالیٰ پر کامل یقین ہو تو اس کی راہ میں خرچ کرتا ہے ورنہ کسی کو کیا ضرورت ہے کہ وہ پیارا محنت سے کمایا ہوا مال بے وجہ کسی کو دے دے تو وہ دلیل ہے۔ برہان فرمایا ہے اس کو۔ اس بات کی دلیل ہے کہ اس نے سچے دل سے اللہ تعالیٰ کو نور تسلیم کیا اور اس نور سے استفادہ کرتا ہے۔ اور صبر کرنا روشنی ہے۔ صبر کرنا روشنی اس لئے ہے کہ رات کو جب انسان سخت تکلیف میں ہو تو اگر صبر سے گزارا کرے ساری رات تو صبح آخر نور پھوٹ ہی جاتا ہے۔ تو صبر کے نتیجہ میں دکھ دور ہو جاتے ہیں اور اندھیری راتیں روشنی میں تبدیل ہو جاتی ہیں۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا کلام کیسا فصاحت و بلاغت سے بھرا ہوا ہے اور پھر فرمایا "قرآن تیرے حق میں یا تیرے خلاف حُجّت ہے"۔ اب قرآن ہی گواہی دے گا کہ انسان کے اعمال کیسے ہیں یا اس کے حق میں گواہی دے گا یا اس کے خلاف گواہی دے گا اور اس سے بڑی گواہی اور کوئی نہیں ہو سکتی۔

سورۃ النور میں آیت ۴۲ میں ہے۔ ﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُسَبِّحُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالطَّيْرُ صٰٓفّٰتٍ. كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَتَسْبِيْحَهٗ. وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِمَا يَفْعَلُوْنَ﴾ کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ ہی ہے جس کی تسبیح کرتا ہے جو آسمانوں اور زمین میں ہے اور پَر پھیلائے ہوئے پرندے بھی۔ ان میں سے ہر ایک اپنی عبادت اور تسبیح کا طریقہ جان چکا ہے۔ اور اللہ اس کا خوب علم رکھنے والا ہے جو وہ کرتے ہیں۔

اب سورۃ الفرقان کی آیت ۵۹ ﴿وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ وَسَبِّحْ بِحَمْدِهٖ وَكَفٰى بِهٖ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِيْرًا﴾۔ (ترجمہ): اور توکل کر اُس زندہ پر جو کبھی نہیں مرے گا اور اس کی حمد کے ساتھ اس کی پاکیزگی بیان کر اور وہ اپنے بندوں کے گناہوں پر خبر رکھنے کے لحاظ سے بہت کافی ہے۔

اب توکّل انسان بظاہر اپنے ماں باپ پر بھی کرتا ہے، اپنے دوستوں پر بھی کرتا ہے، اپنے عزیزوں رشتہ داروں پر بھی کرتا ہے، کسی بڑے آدمی سے واقفیت ہو، بادشاہ سے دوستی ہو تو وہ اُس پر توکل کرتا ہے مگر یہ سارے تو زندہ نہیں رہا کرتے۔ کوئی نہ کوئی کسی وقت انسان کا ساتھ چھوڑ دیتے ہیں۔ کبھی دوست گزر جاتے ہیں کبھی ماں باپ ہاتھوں سے نکل جاتے ہیں، کبھی بادشاہ وقت جاتا رہتا ہے۔ صرف ایک ذات ہے جو نہیں مرتی اور وہ اللہ تعالیٰ ہے۔ پس صرف اللہ ہی پر توکل ہونا چاہئے۔ جو حَیّ ہے زندہ ہے۔ لَا یَمُوْتُ اور کبھی اس پر موت نہیں آتی۔ اور وہ اپنے بندوں کے گناہوں پر خبر رکھنے کے لحاظ سے بہت کافی ہے۔ اس کو کسی اور کی اطلاع کی ضرورت نہیں۔ کوئی اور اگر اطلاع دے تو بیچ میں چغلی بھی لگا سکتا ہے، غلط باتیں بھی منسوب کر سکتا ہے۔ مگر اللہ جو براہ راست جانتا ہے اسے کیا ضرورت ہے کسی اور کی گواہی دینے کی وہ خود ہی ہمیشہ اپنے بندوں کے گناہوں پر خبردار رہتا ہے۔

بخاری کتاب الایمان والنذور میں حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: دو کلمے ایسے ہیں کہ جو زبان پر بہت ہلکے معلوم ہوتے ہیں مگر خدائے رحمان کے نزدیک وزن کے لحاظ سے بہت بھاری ہیں اور وہ ہیں: سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ"۔ (البخاری کتاب الایمان) کہ اللہ پاک ہے ہر برائی سے، اور مملوء ہے ہر حمد سے۔ یعنی محض پاک ہونا کافی نہیں وہ حمد سے بھرا ہوا ہے۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ۔ اور یہ ہے عظمت کا نشان۔ اس کے بغیر کوئی عظمت نہیں۔ برائی سے پاک ہو اور حمد سے بھرا ہوا ہو۔ یہ عظمت کی دلیل ہے پس سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ کے بعد جب کھڑے ہو کر انسان یہ دعا پڑھتا ہے، تہجد میں، تو یہ اس کا مطلب ہے کہ ابھی تم نے خدا تعالیٰ کی عظمت کا اقرار کیا ہے۔ اب سن لو کہ عظمت تب ہو سکتی ہے جب وہ ہر برائی سے پاک ہی نہ ہو بلکہ ہر

خوبی سے مرصّع بھی ہو۔

ایک کتاب الدعوات ترمذی میں روایت ہے حضرت عبداللہ بن عمروؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تسبیح نصف میزان ہے اور الحمدللہ میزان کو بھر دے گی"۔ اب دیکھئے آنحضور ﷺ کا قول ۔ ہر بات کیسی فصیح و بلیغ ہے۔ "تسبیح نصف میزان ہے"۔ تسبیح کرو گے تو برائیوں سے پاک بیان کرو گے ۔ مگر یہ کافی نہیں کچھ اور بھی ضرورت ہے۔ "حمد اس میزان کو بھر دے گی"۔ حمد سے وہ جو کمی رہ جاتی ہے تمہاری تعریف میں یا تمہاری ثنا میں وہ پوری ہو جائے گی اور کلمہ لَآ اِلٰہ اِلَّا اللّٰہ اسے اللہ تک پہنچنے کے لئے درمیان میں کوئی حجاب نہیں۔ اور جہاں تک کلمہ لَآ اِلٰہ اِلَّا اللّٰہ کا تعلق ہے وہ اللہ کو براہ راست پہنچتا ہے اور اس کے درمیان میں کوئی حجاب واقع نہیں ہوتا۔ وہ سچے معنوں میں جو اللہ کو اپنا معبود سمجھتا ہے اس کے سوا کسی کو معبود نہیں مانتا یہ کلمہ ایسا ہے جو براہ راست خدا تعالیٰ تک رسائی پاتا ہے۔

اب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعض الہامات میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ فرماتے ہیں:

"ایک مرتبہ میں سخت بیمار ہوا۔ یہاں تک کہ تین مختلف وقتوں میں میرے وارثوں نے میرا آخری وقت سمجھ کر مسنون طریقہ پر مجھے تین مرتبہ سورہ یٰسین سنائی۔ جب تیسری مرتبہ سورہ یٰسین سنائی گئی تو میں دیکھتا تھا کہ بعض عزیز میرے جو اَب وہ دنیا سے گزر بھی گئے دیواروں کے پیچھے بے اختیار روتے تھے۔ اور مجھے ایک قسم کا سخت قولنج تھا اور بار بار دمبدم حاجت ہو کر خون آتا تھا۔ سولہ دن برابر ایسی حالت رہی اور اسی بیماری میں میرے ساتھ ایک اَور شخص بیمار ہوا تھا۔ وہ آٹھویں دن راہی ملکِ بقا ہو گیا حالانکہ اُس کے مرض کی شدّت ایسی نہ تھی جیسی میری۔ جب بیماری کو سولہواں دن چڑھا تو اُس دن بکلّی حالاتِ یاس ظاہر ہو کر تیسری مرتبہ مجھے سورہ یٰسین سنائی گئی اور تمام عزیزوں کے دل میں یہ پختہ یقین تھا کہ آج شام تک یہ قبر میں ہوگا۔ تب ایسا ہوا کہ جس طرح خدا تعالیٰ نے مصائب سے نجات پانے کے لئے بعض اپنے نبیوں کو دعائیں سکھلائی تھیں مجھے بھی خدا نے الہام کر کے ایک دعا سکھلائی۔ اور وہ یہ ہے:

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَ اٰلِ مُحَمَّد "۔ اب یہ بھی دعا ہے جو میں جماعت کو تاکید کرتا ہوں کہ تہجد میں باقاعدہ پڑھا کریں کہ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے رسول آنحضرت ﷺ پر درود بھیجیں اور آپ کی آل پر۔ اور دو دفعہ عَلٰی نہیں ایک ہی دفعہ ہے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَ اٰلِ مُحَمَّدٍ. تو آپ کی آل کو آپؐ کے ساتھ اس طرح پیوست کر دیا ہے کہ اُسی آپ ہی کے درود میں آپؐ کی آل کو بھی درود پہنچتا ہے۔

جب یہ دعا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سکھائی گئی تو فرماتے ہیں:

"میرے دل میں خدا تعالیٰ نے یہ الہام کیا کہ دریا کے پانی میں جس کے ساتھ ریت بھی ہو، ہاتھ ڈال اور یہ کلماتِ طیّبہ پڑھ"۔ اب یہ بھی ایک مزید الہام تھا دل میں کہ کس طرح اب یہ تیری بیماری دور ہو گی۔ فرمایا "دریا سے ریت والا پانی منگواؤ اور اس کے ساتھ ریت بھرے پانی کو اپنے جسم پر ملو اور اپنے سینہ اور پشت سینہ اور دونوں ہاتھوں اور منہ پر اس کو پھیر کہ اس سے تُو شفا پائے گا۔ چنانچہ جلدی سے دریا کا پانی مع ریت منگوایا گیا اور میں نے اُسی طرح عمل کرنا شروع کیا جیسا کہ مجھے تعلیم دی تھی۔ اور اس وقت حالت یہ تھی کہ میرے ایک ایک بال سے آگ نکلتی تھی اور تمام بدن میں دردناک جلن تھی اور بے اختیار طبیعت اس بات کی طرف مائل تھی کہ اگر موت بھی ہو تو بہتر، تا اس حالت سے نجات ہو۔ مگر جب وہ عمل شروع کیا تو مجھے اس خدا کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ ہر ایک دفعہ ان کلمات طیبہ کے پڑھنے اور پانی کو بدن پر پھیرنے سے میں محسوس کرتا تھا کہ وہ آگ اندر سے نکلتی جاتی ہے اور بجائے اس کے ٹھنڈک اور آرام پیدا ہوتا جاتا ہے یہاں تک کہ ابھی اس پیالہ کا پانی ختم نہ ہوا تھا کہ میں نے دیکھا کہ بیماری بکلّی مجھے چھوڑ گئی اور میں سولہ دن کے بعد رات کو تندرستی کے خواب سے سویا۔" (تذکرہ۔ صفحہ ۳۱۔۳۲)